افسانہ:

تلخ

ذبیح اللہ ذبیحؔ

شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی، دہلی

کتنی حسین وہ رات تھی ٹمٹماتے ستاروں کی بات تھی وہ تنہائیوں میں کھڑی شاید کسی کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ آئے گا وہ آئے گا بولتی اور آسمان کی طرف بدلتے ہوئے رنگوں کو دیکھ کر مسکراتی کبھی اپنی زنجیر جیسی زلفوں کو لہراتی تو کبھی درد بھرے گیت گاتی تو کبھی ننگے پاؤں پورے باغوں میں چہل قدمی کرتی تو کبھی اچانک کشمکش میں پڑ جاتی ۔تو کبھی شاخوں کو پکڑ کر جھولتی کبھی بہت ہی معصومیت کے ساتھ خود سے ہی کچھ سوال کرتی جواب نہ ملنے پر چلاتی خدا سے آہ و فریاد کرتی۔ اور تو اور کبھی خدا کی شان میں بھی گستاخ جملوں کا انتخاب کرتی۔ مخلوق الٰہی کا انکار کرتی۔ اپنی بے بسی کا اظہار کرتی اور کبھی غصہ میں شیرنیوں کی طرح دہاڑتی ایسی ہی کچھ تھی وہ اور اس کا اندازِ گفتگو بہت دلچسپ تھا۔ اس کی آنکھیں شراب سی نشیلی تھیں۔ اس کے ہونٹ گلاب کے پنکھڑیوں کے مانند تھے ۔اس کا چہرا چاند سے بھی زیادہ چمکدار تھا وہ کون تھی؟ کہاں سے تھی؟ کہاں کو چلی گئی خدا جانے۔ خیر خدا اس کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ بہت ہی حساس لڑکی تھی اور اس کی زندگی تو ریت کی طرح بکھری ہوئی تھی جو سمٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی جب ہی تو اس قدر وہ حیات نو سے بیزار تھی۔ اور زندگی جیسی خوبصورت نعمت کو عذاب تصور کر رہی تھی ۔اور زندگی کا لطف لینے کے بجائے دیوانی مستانی سی سڑکوں پر شب نصف آوارہ عورت کی طرح گھوم رہی تھی حالانکہ ایسی نہی تھی آوارہ اس کا پھرنا میری ذہن کا فطور تھا۔ میں نے بھی وہی سوچا جیسے ہمارے معاشرہ نے ہمارے ذہن کی تربیت کی ہے خیر ہماری اور اس کی مختصر سی گفتگو بھی ہوئی تھی۔ اس نے اپنی زندگی کی الجھنوں کے بارے میں دبے دبے لفظوں میں بتایا بھی بہت کچھ تھا لیکن اس نے اپنے آشیانے سے اوجھل رکھا۔ وہ اتنی حسین تھی کہ جب میں نے اسے دیکھا بس دیکھتا ہی رہ گیا۔ اور میری نظریں اس کی

طرف ہی مائل ہوگئیں ۔ بعداز میں نے آگے بڑھنے کی حماقت کی اور پھراس نے مجھے ترچھی نگاہوں سے دیکھا۔میں اس سے کچھ کہتا سنتا کہ اس سے پہلے ہی اس نے کہا کہ ٹھہر جاؤ جہاں سے بھی آئے ہو وہاں واپس نکل جاؤ۔میں اس کے اس انداز بیاں کے باعث خوف زدہ ہوگیا۔اور اس کے اس رویہ کی وجہ سے میری زبان خشک ہوگئی تھی۔

اورتو اور وہ مجھے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے میں دنیا کا سب بدترین اور بدخصلت انسان ہوں۔میں نے کہا آپ کوشاید کوئی غلط فہمی ہے آپ جیسا میرے بارے میں تصور کررہی ہیں ویسا بالکل بھی نہیں ہے۔اس نے کہا تو ہے کون؟ میرا خیر خواہ بنے گا کیا؟ مجھ سے محبت کرے گا کیا؟ اگرایسا ہےتو میرا جواب سن اور چل نکل تو۔

دیکھ! جتنا کرنا تھا کرلیا انتظار،تنہا مرنا تھا مرلیا یار اب کوئی نہ ہوگی میری ہار میری اپنی زندگی بھی ہوگی سرشار مردذات پہ نہ ہوگا مجھ سے اعتبار کرلیا جتنا کرنا تھا اقرار۔ان وادیوں میں بھی آئے گی بہار اس لڑکی میں نہ ہوگا اب پھول سا کردار نہ ہوگا کوئی اس حسینا کا دلدار بے حس بے غیرت زمانہ کا کرتی ہوں انکار،بتاتی ہوں تجھے عورتوں کا معیار ہوتی ہیں عورتیں بھی کتنی خونخوار تنہا عورتیں بھی ہوتی ہیں خوددار وہ چاہیں تو کامیابی سے ہوتی ہیں ہمکنار۔

واقف ہوں میں تجھ جیسے مردوں سے تونے میری تنہائی کا فائدہ اٹھانا چاہا۔ میں جانتی ہوں مردوں کی فطرت کو،ان کی چاہت کو،ان کی محبت کو۔مردوں کی فطرت تنہا لڑکی دیکھی نہیں پھسل گئے،ان کی چاہت بستر،ان کی محبت صحبت دراصل جنسیات پر ہی مبنی ہوتی ہے۔مردوں کی پریم کہانی،محدود سوچ محدود کہانی۔

میں نے اس سے کہا آپ جانتی نہیں ہیں کسی سے باتیں کررہی ہیں۔اس نے کہا دلچسپی بھی نہیں تجھے جاننے میں تو ہوگا کہیں کا شہزادہ اس سے مجھے کیا۔میرا جواب سن چکا ہے اب چل نکل تو۔

میں نے اس لڑکی سے اس کے بےادب ہونے کی شکایت کی۔آفت کودعوت کی،بس

یوں ہی کچھ پوچھ لیا تھا میں نے کہ باتیں آپ ادب کے دائرے میں بھی رہ کر کر سکتی ہیں یا تلخ انداز میں باتیں کرنا آپ کے خون میں ہے یا آپ نے قسم کھا رکھی ہے کہ نہیں کرنی ہے ادب میں گفتگو یا ادب سے کوئی ذاتی دشمنی ہے؟ میری اس حماقت نے اسے اور بھی تلخ کر دیا اور وہ مجھ پر برس پڑی ۔اور میرے سوالوں کے کیا اس نے کریلے سے بھی زیادہ کڑوے جواب دیئے ۔اس کا جواب کچھ یوں سا تھا ۔سہی کہا تو نے تلخ انداز میں باتیں کرنا میرے خون میں ہے اور کچھ حالات کی تربیت میں بھی تلخ انداز میں اگر میری باتیں نہ ہوتی تو تم اب تک مجھے نوچ کر کھا چکے ہوتے ۔ابھی تک دور کہیں جا چکے ہوتے ،میری سانسوں کو تم دبا چکے ہوتے ،میری روح کو اپنی گھنونی حرکت سے رلا چکے ہوتے ،ایک زندہ لڑکی کو زندہ لاش بنا چکے ہوتے ۔ادب کی بات کرتے ہو جاؤ پہلے مردوں کو بتاؤ، بھیڑیوں کو دفناؤ، درندوں کو رُلاؤ، انسانوں کو انسان بناؤ پھر ہمیں ادب سکھاؤ۔

☆☆☆

ا